وشوابھارتی یونیورسٹی کے
فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب صاحب بدرلستوی، سنٹرل لائبریری، وشوابھارتی یونیورسٹی شانتی نکیتن
(مغربی بنگال)

کمیاب فارسی مخطوطات
(۳)

۲۔ مد مالت (مثنوی) | مترجم بفارسی شیخ نور محمد۔ صفحات ۶۰، کتابت خوشخط، کاتب محمد فیض، سالِ کتابت ۲۹ سنہ جلوس بادشاہ محمد شاہ غازی درصوبہ داری نواب علی وردی خاں (متوفی ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۶ء)

مثنوی مذکور کے درمیانی تقریباً چار صفحات ناقص ہیں۔ لیکن اس نقص کے باوجود نسخہ بہتر حالت میں ہے۔ یہ نسخہ ہندوستان میں صرف دو جگہوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک وشوابھارتی یونیورسٹی اور دوسرا کلکتہ کی نیشنل لائبریری کے بوہار کلیکشن میں۔

اصل میں یہ مثنوی شیخ منجھن کی ایک منظوم ہندی (اودھی) عشقیہ داستان کا منظوم فارسی ترجمہ ہے جیسا کہ مترجم شیخ نور محمد نے لکھا ہے:

"چناں اندیشہ بر من گشت روشن		کہ مد مالت زبانِ ہندی منجھن
بگویم فارسی از شعر ابیات		دروغ و راست اوانہ بابیات
ہزاراں آفریں بر شیخ منجھن		بشعر ہندوی بود است پرفن"

مکمل فارسی ترجمہ کے اشعار کی تعداد ایک ہزار تھی جو ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء میں تمام ہوئی چنانچہ مترجم کے آخری اشعار سے واضح ہوتا ہے:

"شمردم چوں ہم اینجا رو بانجام		ہزار ابیات آمد نظم اتمام
شدی ہندو محبت نامہ اتمام		بنظم فارسی نیکو سرانجام
ہزار و پنجہ و نہ سال می شود		کہ این نو بادۂ نظم آوری بود"

لیکن اس نسخہ مذکور میں کل ۸۲۹ اشعار ہیں، باقی ۱۷۱ اشعار ناقص ہو گئے ہیں۔

یہ ہندو عشقیہ داستان "مدھمالت، مدھمالتی، منوہر و مدھمالتی" وغیرہ کے مختلف ناموں سے مشہور ہے جسے فارسی، اردو اور ہندی ادیبوں نے اپنے اپنے طور پر بصورت نظم روشناس کرایا ہے۔ لیکن شیخ منجھن کی "مدھمالت" کے اب تک صرف دو فارسی ترجموں کے ثبوت مل سکے ہیں۔ ان میں سے پہلا ترجمہ تو یہی ہے اور دوسرا ترجمہ اس کے پانچ سال بعد ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۵ء میں عاقل خاں رازی[1] (متوفی ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء) نے "مہر و ماہ" کے نام سے کیا تھا[2]۔ انڈیا آفس لائبریری لندن اور مسٹر ڈی، این مارشل (D.N. Marshall) کی تحریر کے مطابق عاقل خاں رازی کی "مہر و ماہ" کا بزبان دکنی ترجمہ مولانا نصرتی بیجاپوری (متوفی ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء) نے کیا تھا جو "گلشنِ عشق" کے نام سے مشہور ہے[3]۔

افسوس کہ اولین مترجم "مدھمالت" شیخ نور محمد کی حیات سے متعلق مختلف اور مستند کتب کی ورق گردانی کے باوجود کہیں سے بھی کوئی مواد فراہم نہ ہو سکا۔ حیرت تو یہ ہے کہ یورپین مصنفین مسٹر

---

[1] یہ عہد عالمگیری میں دہلی کے گورنر تھے جن کے حالات زندگی مختلف کتب تواریخ فارسی اور اردو میں بالتفصیل موجود ہیں۔ [2] Mughal Bibliography, by D.N. Marshall; P29 اور Catalogue India office library, V.1: P. 894. [3] ایضاً۔

چارلس ریو اور مسٹر ایتھے جیسے محققین مشرقیات نے صرف اسم منجھن اور نام مترجم ذکر کیا اور دیگر ان کے مخصوص حالات سے دامنِ اوراق بچا گئے۔

بنابریں خیال ہوتا ہے کہ اس بے اعتنائی کو لائقِ اعتنا بنا کر پیش کیا جائے تاکہ ان کے ذریعے کچھ حد تک تسلی بخش معلومات اردو داں حضرات تک پہنچ جائیں لیکن مترجم شیخ نور محمد کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے سے معذوری ہے جس کا اشارہ پچھلے صفحات میں کر دیا گیا ہے۔ البتہ اور یجنل تصنیف اور اس کے مصنف شیخ منجھن کے بارے میں چند سطریں عرض کی جا سکتی ہیں۔

شیخ منجھن کے سلسلے میں بھی کسی اردو مصنف کی کوئی قابلِ اطمینان تحریر اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔ اگر کسی نے ہمت بھی کی تو صرف شیخ منجھن اور ان کی مدھمالتی کا نام لکھ کر اپنا رہوارِ قلم آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ہاں ہندی مصنفین کے توسط سے کچھ ذرائع معلومات فراہم ہو سکے ہیں۔ ان ہندی اہل قلم میں خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر شیو گوپال مصرا (معلم سائنس الہ آباد یونیورسٹی) اور ڈاکٹر ماتا پرشاد گپتا الہ آبادی مرحوم (سابق صدر شعبۂ ہندی راجستھان یونیورسٹی) قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے شیخ منجھن کی تصنیف کو پوری تحقیق کے ساتھ مع تشریحات کے مرتب کر کے شائع کرایا ہے[۱] انھیں دونوں مرتب شدہ مطبوعہ ہندی کتابوں کی بنیاد پر چند اطلاعات عرض کی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر مصرا اور ڈاکٹر گپتا صاحبان نے یہ عذر ظاہر کیا ہے کہ شیخ منجھن کے حالاتِ زندگی سے متعلق کوئی دوسرا ذریعہ مواد میسر نہیں، البتہ خود شیخ موصوف کی "مدھمالتی" کے ابتدائی اشعار سے زندگی کا ایک ہلکا سا خاکہ مرتب ہوتا ہے[۲]

---

[۱] ڈاکٹر شیو گوپال مصرا کی مرتب کردہ "مدھمالتی" ہندی پرچارک لیتکالیہ، بنارس سے ۱۹۵۷ء اور ڈاکٹر ماتا پرشاد گپتا کی "مدھمالتی" مترا پرکاشن پرائیوٹ لمیٹڈ، الہ آباد سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی ہے۔

[۲] دیباچہ مصرا: ص ۱۷ اور دیباچہ گپتا: ص ۱۳۔

کچھ ہندی مصنفین کا خیال ہے کہ شیخ منجھن ہندو تھے لیکن ڈاکٹر مصرا اور ڈاکٹر گپتا نے ثابت کیا ہے کہ وہ بلاشبہ مسلمان اور شطاری سلسلہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری (متوفی سنہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) کے مریدوں میں سے تھے[51] شیخ منجھن کا وطن چنار (ضلع مرزا پور یو۔پی) تھا[52] والد کے انتقال کے بعد بارہ سال تک پہاڑی غاروں میں جا جا کر حصولِ روحانیت کے لیے ریاضتیں کرتے رہے۔ اس ریاضتی مدت کے بعد ہی (۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء) میں داستان "مدھمالتی" بصورت نظم تخلیق کی[53] یہ وہ سال تھا جب شیر شاہ سوری کی وفات ہوئی اور اس کا لڑکا سلیم شاہ سوری (متوفی سنہ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء) تختِ ہند پر متمکن ہوا۔

ڈاکٹر گپتا کی "مدھمالتی" میں کل ۵۳۹ چھند ہیں جن میں سے چھند ایک تا تینتالیس[43] میں حمد باری تعالیٰ، نعت نبیؐ، مدح خلفاءِ اربعہ، منقبتِ سلیم شاہ سوری، اپنے پیر شیخ محمد غوث گوالیاری کی کرامات و بزرگی اور اپنے وطن چنار وغیرہ کا بیان کیا ہے۔ اس کے بعد چھند چوالیس[44] سے اصل داستانِ عشق کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مترجم شیخ نور محمد نے صرف اسی حصہ کا ترجمہ کیا ہے اور باقی ابتدائی یعنی چھند ایک سے تینتالیس[43] تک کا ترجمہ نہیں کیا۔ معلوم نہیں مترجم موصوف نے کس مصلحت کے پیشِ نظر انھیں نظر انداز کر دیا۔ اگر ان مقدماتی چھندوں کا بھی ترجمہ کر دیا ہوتا تو اہلِ فارسی اور اردو بھی مستفیض ہو سکتے تھے۔

شیخ منجھن کی اصل "مدھمالتی" کے چار نسخے ہمارے ہندوستان میں دستیاب ہیں۔ ان میں سے دو فارسی رسم الخط اور دو ناگری (ہندی) میں ہیں۔ ایک فارسی رسم خط والا نسخہ نواب رامپور کی لائبریری اور دوسرا "بھارت کلا بھون بنارس" میں ہے۔ باقی دو ناگری حروف والے بھی "بھارت کلا بھون بنارس" میں ہیں[54]

---

[51] ڈاکٹر مصرا: ص ۱۹ اور ۲۱۔ [52] ڈاکٹر گپتا: ص ۱۶۔ [53] ڈاکٹر مصرا: ص ۲۳۔
[54] ڈاکٹر گپتا: ص ۲۷۔

ڈاکٹر مصرا نے زبانِ ہندی کے عالموں اور مصنفوں پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ شیخ منجھن کی "مدھمالتی" عرصۂ دراز سے گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی، کسی نے بھی اسے لائقِ اعتنا نہیں سمجھا۔ جس کی وجہ سے ناظرینِ ہندی ادبیات اس کے تعارف سے یکسر محروم تھے۔ سب سے پہلے ۱۹۱۲ء میں شری جگموہن ورما نے اِسے متعارف کرایا[1]۔ ڈاکٹر مصرا کا خیال ہے کہ جملہ عشقیہ داستانوں میں سب سے بہتر داستان منجھن کی یہی "مدھمالتی" ہے۔ اس میں جو خیالات اور عشق و محبت کے پردے میں زندگی کے جو اعلیٰ اصول پیش کئے گئے ہیں وہ کسی بھی دوسری کہانیوں میں نہیں پائے جاتے۔

کہانی کا خلاصہ | شہر کنئے گیری گڑھ کے راجہ سورج بھان کا ایک جوان اور خوبصورت لڑکا "منوہر" نامی تھا جو ایک رات گہری نیند میں سو رہا تھا کہ کچھ پریاں اُس کی خوابگاہ میں آکر پلنگ سمیت اسے اٹھا لے گئیں اور شہر مہارس نگر کے راجہ بکرم راج کی لڑکی "مدھمالتی" کی خوابگاہ میں لے جا کر اس کی چارپائی کی بغل میں رکھ آئیں۔ کچھ دیر بعد جب پہلے منوہر کی آنکھ کھلی تو دیکھتا ہے کہ ایک نازک حسینہ سامنے پلنگ پر محوِ خواب ہے، دیکھتے ہی اس کے حسن پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اتنے میں مدھمالتی کی بھی آنکھ کھل گئی اور اپنے کمرے میں ایک اجنبی جوان کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتی ہے لیکن فوراً ہی دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور آپس میں یہ عہد کر لیتے ہیں کہ اب کوئی طاقت ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی لیکن دوسری رات نیند کی حالت میں پریاں پھر منوہر کو مع پلنگ اس کے اپنے گھر واپس پہنچا دیتی ہیں۔

جب منوہر اور مدھمالتی اپنے اپنے بسترِ خواب سے بیدار ہو کر کیفیتِ فراق کا اندوہناک منظر دیکھتے ہیں تو وصالِ یار کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ غمِ محبوب میں منوہر کی جسمانی حالت دن بدن خراب ہونے لگی۔ والدین نے سمجھا کہ کوئی عام بیماری سختِ جگر کو لاحق ہو گئی ہے حکماء

---

[1] ڈاکٹر مصرا: ص ۱۔

اور وید طلب کیے گئے، سب نے کہا کہ اس راجہ زادہ پر مرضِ عشق کا شدید حملہ ہے۔ چنانچہ
کنور منوہر نے اپنے والدین سے مدھمالتی کی تلاش میں نکلنے کے لیے اجازت طلب کی۔ اجازت
نہ ملنے پر ایک دن وہ اپنے دس ہمراہیوں کو لے کر گھر سے نکل لیتا ہے۔ چلتے چلاتے وہ ایک
سمندر کے پاس پہنچتا ہے جہاں سے ایک کشتی کے ذریعے دریائی سفر شروع ہوا۔ چار ماہ
تک مسلسل سمندری سفر کے دوران کشتی ایک طوفانی حادثے کا شکار ہوگئی جس سے منوہر کے
سبھی ہمراہی غرقاب ہوگئے، صرف وہ خود کسی طرح بچتے بچاتے ایک ساحلی جنگل تک پہنچ
گیا جہاں سامنے اسے ایک چھوٹا سا مکان نظر آیا۔ جب مکان تک پہنچتا ہے تو وہاں ایک
جوان لڑکی کو موجود دیکھا۔ منوہر کے دریافتِ حال پر لڑکی نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام
پیما ہے، شہر چیت بسراؤں کے راجہ چتر سین کی لڑکی ہوں، اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک دن
باغ میں کھیل رہی تھی کہ اچانک ایک ناموافق حالت سے ڈر کر سہیلیاں مجھے تنہا چھوڑ کر
بھاگ کھڑی ہوئیں، اسی وقت ایک راکھشش آیا اور مجھے تنہا پاکر یہاں جنگل میں اٹھا لایا۔
راکھشش کا نام سنتے ہی منوہر اس سنسان اور انجانے مقام سے فرار پر آمادہ ہوا۔ لیکن
پیما اس کے پاؤں پر گر کر التجا کرنے لگی کہ میرے اوپر رحم کرو اور اس جنجال سے نجات
دلاؤ۔ حسن اتفاق سے راکھشش وہاں موجود نہیں تھا بلکہ وہ اپنی بہیمیت کی تسکین کے لیے
کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ پیما سے یہ سارا ماجرا سن کر منوہر نے بھی اپنے فراقِ یار کی پوری کہانی
پیما سے کہہ ڈالی تو پیما نے بتایا کہ مدھمالتی تو میرے بچپن کی سہیلی تھی، اب میں ایک سال سے
یہاں راکھشش کے جنگل میں ہوں اس لیے ٹھیک سے نہیں بتا سکتی کہ وہ آج کل کہاں ہے؟
منوہر پیما کی التجا اور مدھمالتی کے ساتھ تعلق کا واقعہ سن کر خوش آئند توقعات کے ساتھ
تیار ہوا کہ راکھشش سے پیما کو ضرور نجات دلائے گا، چنانچہ پیما نے راکھشش کے جمع شدہ
اسلحہ جات منوہر کے سامنے لاکر رکھ دیے کہ وہ اپنے مناسب ہتھیار مقابلے کے لیے منتخب
کرلے۔ اتنے میں راکھشش آگیا اور ایک اجنبی انسان کو اپنے گھر میں دیکھ کر بہت برافروختہ ہوا۔

منوہر نے بھی اس کی خشم آلودہ باتوں کا جرأتمندانہ جواب دیا۔ یہ جواب دینا تھا کہ راکشش اس پر جھپٹ پڑا۔ دونوں میں دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار منوہر نے اپنے مقابل کا خاتمہ کر کے پیما کو اپنے ساتھ لیا اور اس کے ماں باپ کے پاس گھر پہنچا دیا۔ پیما کے والدین نے منوہر کے اس عظیم احسان سے متاثر ہو کر دونوں کی ایک دوسرے سے شادی کر دینی چاہی۔ لیکن منوہر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے پیما کو اپنی بہن بنا لیا ہے۔

چند دن بعد منوہر پیما سے رخصت ہو کر چلے جانے کی تمنّا ظاہر کرتا ہے تو پیما کہتی ہے کہ پہلے مدھالتی چاند کی دوسری تاریخ کو میرے گھر برابر آیا کرتی تھی، اب میں یہاں آگئی ہوں اس لیے میری یہاں موجودگی کی اطلاع پا کر پھر وہ حسب معمول آسکتی ہے، اگر چند دن اور قیام کرو تو میں تمہیں اُس سے ملا دوں گی، چنانچہ ایک دن مدھالتی اپنی ماں کے ساتھ پیما کے گھر آئی تو حسب وعدہ خفیہ طور پر ایک مخصوص کمرہ میں دونوں کا ملاپ کرا دیا۔ تنہائی میں ایک بیگانے جوان کے ساتھ مدھالتی کو اس کی ماں نے محوِ گفتگو دیکھا تو بہت ناراض ہوئی اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہماری خاندانی روایات اور عزت و آبرو پر اس لڑکی کی وجہ سے ایک بدنما داغ ہوگا، چنانچہ غصّہ میں پانی پر منتر پڑھ کر مدھالتی پر چھڑک دیا جس سے وہ اسی وقت چڑیا بن کر اڑ گئی۔ اس حیرتناک وقوعہ پر اس کے والدین غم میں کفِ افسوس ملنے لگے۔ اب مدھالتی چڑیا کے روپ میں اپنے محبوب منوہر کو تلاش کرتی پھری۔ ایک دن اڑتے ہوئے یونیری گڈھ مقام کے ایک راجکمار تارا چند کے گھر پر جا بیٹھی، اتنے میں اچانک تارا چند کی نظر اس خوبصورت چڑیا پر پڑی جسے راجکمار نے جال میں پھنسا کر ایک خوبصورت سونا کے قفس میں بند کر لیا۔ راجکمار دانا دنکا قفس میں کھانے کے لیے ڈالتا لیکن وہ بالکل نہ کھاتی۔ تارا چند نے جب نہ کھانے کا سبب معلوم کرنا چاہا تب چڑیا (مدھالتی) اپنی پوری رام کہانی سنا دیتی ہے۔ اس کی غمناک داستان سُن کر وہ بے حد متاثر ہوا اور وعدہ کیا کہ آج سے تم میری بہن ہو، تمہارے دردِ دل کا مداوا ڈھونڈھ نکالنے کی میں ہر امکانی کوشش کروں گا۔ چنانچہ تارا چند قفس لیے اپنے چند مددگاروں کے

ہمراہ مدھمالتی چڑیا کو لے جاکر اس کے گھر والدین کے حوالے کر دیا۔ اب ماں نے پھر سابق کی طرح پانی پر منتر پڑھ کر چڑیا پر چھڑک دیا تو فوراً ہی وہ اصل مدھمالتی کی شکل میں منتشکل ہوگئی۔ مدھمالتی کے والدین نے اپنی کھوئی ہوئی دولت ادلا دیا کر تارا چند کے احسان کا معاوضہ اس طرح ادا کرنا چاہا کہ وہ اپنی لڑکی شادی تارا چند سے کر دیں لیکن تارا چند نے کہا کہ وہ تو اب میری بہن بن چکی ہے اس لیے شادی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ اگر آپ لوگ مدھمالتی کی شادی راجکمار منوہر سے کر دیں تو یہ آپ سب کے لیے زیادہ مناسب اور مفید کارکردگی ہوگی۔

غرضیکہ ایک شبھ اور مبارک دن متعین ہو کر دلوں کی شادی ہو جاتی ہے اور کچھ دنوں بعد راجکمار تارا چند کی شادی بھی پیما کے ساتھ ہوگئی۔

۳۔ قصہ سلطان محمود غزنوی | صفحات ۱۴۴، کتابت نیم شکستہ۔ مصنف، کاتب اور سال کتابت کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔ شانتی نکیتن لائبریری کے علاوہ ہندوستان میں اس کے مزید دو نسخوں کا سراغ ملتا ہے۔ ایک خدا بخش لائبریری پٹنہ اور دوسرا ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں ہے۔ ان دونوں مقامات کے نسخوں میں بھی مصنف کا نام مذکور نہیں۔ اسی طرح انڈیا آفس لائبریری، لندن میں بھی جو نسخہ ہے اس کے مرتب فہرست مسٹر ایچ، ایتھے نے بھی قصہ مذکور کے مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ اس لیے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً مصنف نے اپنی خاکساری کے تحت تشہیرِ نام مناسب نہیں خیال کیا۔ یہ قصہ سلطان محمود غزنوی اور ایک سوداگر بچہ سے متعلق ہے جس کے ذریعے مصنف نے اخلاقیات کی تعلیم و تلقین پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ قصہ مذکور کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ایک بار تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے سلطان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ باشندگان شہر کے اعمالِ نیک و بد کو بچشم خود معائنہ کرنا چاہیے، چنانچہ سلطان ایک رات کوتوال کے بھیس میں شہر کے ملاحظہ کے لیے نکل کھڑا ہوا، ناگاہ اپنے وزیر کے گھر پر اس کی نظر پڑی جس کے

بالاخانہ پر ریشمی رسّی کے ذریعے ایک جوان چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کوتوال (سلطان) نے اُسی حالت میں اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد دونوں میں تکرار شروع ہوئی۔

جوان۔ آپ مجھے گرفتار کرنے والے کون ہیں۔؟

کوتوال۔ میں کوتوالِ شہر ہوں۔

جوان۔ مجھے چھوڑ دیجیے۔

کوتوال۔ احمق! چور کو گرفتار کرنے کے بعد فوراً ہی کہیں رہائی دی جاتی ہے۔؟

جوان۔ آخر آپ کا اِرادہ کیا ہے اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔؟

کوتوال۔ تم نے جس قسم کی چوری کی جرأت کی ہے، اس کی سزا قتل ہے۔

جوان۔ (نالہ و فریاد کے انداز میں) مجھے میرے گھر لے چلیے، تاکہ میرے والد کوئی ضمانت دے سکیں۔

چنانچہ کوتوال اس کو لیے ہوئے گھر تک پہنچا۔ جوان کے باپ نے جب یہ افسوسناک منظر دیکھا تو کہا کہ کوتوال صاحب! میں نے اس لڑکے کو بارہا منع کیا ہے کہ نصف شب میں گھر سے مت نکلا کرو لیکن یہ میری ایک بات نہیں سنتا، اب یہ آپ کے قبضے میں ہے جو مناسب سلوک آپ چاہیں کیجیے، مجھے کوئی ضمانت نہیں دینی ہے۔ باپ کے اس جواب سے سلطان کے دل پر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ کیا شفقتِ پدری دنیا سے رخصت ہو گئی۔؟

جوان جب اپنے باپ سے مایوس ہوا تو کوتوال سے کہا کہ میرا ایک مخلص دوست ہے اس کے پاس چلیے! اب کوتوال اس کو لیے دوست کے گھر پہنچا۔ احوال معلوم کرنے کے بعد دوست ضمانت پر راضی ہو گیا۔ کوتوال نے متحیر ہو کر کہا کہ اِس جوان کا باپ تو ضمانت پر تیار نہ ہوا لیکن تو کیونکر راضی ہو گیا؟ دوست نے کہا کہ وہ باپ تھا اور میں دوست ہوں:

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست   در پریشاں حالی و درماندگی

اس کے بعد کوتوال جوان کو اس کے دوست کے پاس چھوڑ کر اپنے محل کی جانب لوٹ رہا تھا کہ اچانک راستے میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جوان اور اس کے دوست کی حقیقت

معلوم کرنی چاہیے۔ چنانچہ کوتوال (سلطان) اس دوست کے نزدِ خانہ پہنچکر خفیہ گوش برآواز ہوا۔ اس وقت وہ جوان اپنے دوست سے گرفتاری کا ماجرا سنارہا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا کہ دختر وزیر اور میرے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ ہر شب ہم دونوں نصف نصف پورے قرآن کی تلاوت کیا کریں؛ اسی وعدہ کے مطابق میں وہاں ہر شب جایا کرتا ہوں اس لیے مجھے رخصتی کی اجازت دو تاکہ میں حسب وعدہ مبارک شغل ختم کر آؤں۔ دوست نے جواب دیا کہ بڑی مشکلوں سے بذریعہ ضمانت میں نے تمھیں رہائی دلوائی اور اب پھر وہی شب گردی تمھیں سوجھنے لگی۔ لیکن جوان کی لیبار منت وسماجت کے بعد دوست اُسے رخصت کرنے پر مجبور ہو گیا۔

اب پھر کوال (سلطان) اس کے خفیہ تعاقب میں لگ گیا کہ دختر وزیر کے ساتھ جوان کے تعلقات کا بھی پتہ چلانا چاہیے۔ غرض یہاں بھی اس نے دختر وزیر کو پہلے اپنی گرفتاری کی خبر سنائی اور کہا کہ وقتِ عمر کم ہے، قرآن لاؤ تاکہ ہم دونوں جلد تلاوت ختم کرلیں۔ وزیرزادی پورا ماجرا سننے کے بعد حد درجہ غمگین ہوئی اور اپنے دوست کے قتل کر دیے جانے کے حکم کی وجہ سے آہ و بکا کرنے لگی۔ جوان نے اسے دلاسا دیا کہ میرے مقدر میں جو ہونا ہے اسے تو کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میری تم سے یہ التماس ہے کہ دربار شاہی میں میرے قتل کیے جانے سے قبل آخری بار تم مجھے اپنی صورت دکھا جانا۔ دختر وزیر نے کہا: اطمینان رکھو ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنے دوست کے گھر آگیا۔ (باقی آئندہ)

وحدۃ الوجود: مؤلفہ، مولانا عبدالعلی صاحب بحرالعلوم۔

رسالہ وحدۃ الوجود و شہود الحق فی کل موجود کا مطلب خیز ترجمہ ہے۔ مترجم مولانا ابوالحسن صاحب فاروقی، چھوٹی تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۳۶۔ قیمت -/۶ روپے۔

پتہ: مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶